انتخابات کا طبقاتی تجزیہ((2

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

04–23–2013

1970ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان کے عوام نے طبقاتی اور نظریاتی بنیاد پر ووٹ ڈالے جب کہ ذات برادری، خاندان، رنگ ونسل، فرقہ اور علاقائی قوم پرستی غیر اہم ہوگئے۔ انتخاباتی نتائج انتہائی سطح پر Politicized تھے۔ عوام نے نظریات کی بنیاد پر سیاست و نظام کی تبدیلی کے لیے ووٹ ڈالے۔ یہ ایک صحت مند رجحان تھا۔ ان انتخابات میں مذہبی بنیادوں پر سیاست کرنے والی جماعتوں میں، جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) سرفہرست تھیں۔ ان جماعتوں نے آج کی طرح فرقہ پرستی نہیں بلکہ اسلامی نظریات کی بنیاد پر انتخابی مہم میں حصہ لیا۔ پاکستان کی انتخابی تاریخ میں 1970ء کے نتائج پاکستان کے عوام کے سیاسی شعور کی بلندی کا مظہر تھے۔ اس کے بعد ہونے والے تمام انتخابات میں عوام کا اجتماعی شعور اس بلندی پر نہیں دیکھا جاسکا۔ طبقاتی اور نظریاتی حوالے سے ان انتخابات کے نتائج قوم کے منظم ہونے اور باہمی اتحاد کے بھی آئینہ دار تھے، یعنی تب قوم گروہوں میں بٹی نظر نہیں آئی بلکہ قوم امیر اور غریب دو طبقات کے مابین جدوجہد کا مظاہرہ کررہی تھی۔ یہ بھی ایک صحت مند رجحان تھا۔ بیلٹ پیپر پر لوگوں نے مہر اپنے طبقاتی پس منظر اور تقاضوں کو مدنظر رکھ کر لگائی اور باقی تمام رشتے ناتے اور تعلق داریاں پس پشت ڈال دیں۔

1970ء کے انتخابات کے بعد پاکستان میں پہلی منتخب سول حکومت قائم ہوئی۔ اس حکومت کی بنیاد طبقاتی نظریات کی جدوجہد کا پرچم بلند کرکے رکھی گئی اور یوں پاکستان پیپلزپارٹی کے پلیٹ فارم سے نچلے درجے کے طبقات اسمبلیوں اور حکومتوں میں شامل ہوئے۔ 1970ء کے انتخابات میں ذوالفقار علی بھٹو غیر متوقع طور پر حیران کن اکثریت حاصل کرگئے، انہی دنوں ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے گھر میں غیر ملکی اخبارنویسوں کے لیے ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا۔ یہ ایک بھرپور پریس کانفرنس تھی اور ذوالفقار علی بھٹو کے پہلو میں شعلہ بیاں، انقلابی اور ماؤزے تنگ سے متاثر معراج محمد بھی بیٹھے تھے۔ پریس کانفرنس کے سوال وجواب کے سیشن میں ایک غیر ملکی صحافی نے مسٹر بھٹو سے سوال کیا کہ ''ایک جاگیردار والد سرشاہ نواز بھٹو کا بیٹا ایک سوشلسٹ منشور پر کیسے عمل کرسکے گا؟'' اس صحافی کا سوال کرنا تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو بھری پریس کانفرنس میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور پہلو میں بیٹھے اپنے جوان ساتھی معراج محمد خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''معراج، ہر کوئی میرے والد کا حوالہ دیتا ہے۔ میں ایک غریب ماں کا بیٹا ہوں، انہیں بتاؤ کہ غریب ماں کا بیٹا ذوالفقار علی بھٹو، غریب طبقات کے دکھوں سے کس قدر آگاہ ہے۔''

طبقاتی ووٹوں سے قائم ہونے والی حکومت نے پاکستان کی تاریخ میں شان دار اصلاحات کیں، جن کے اثرات ابھی تک قائم ہیں اور یہی وہ اصلاحات ہیں جس کی بنیاد پر آج بھی پاکستان پیپلزپارٹی، پاکستان کے پسے ہوئے طبقات میں اپنی بنیاد رکھتی ہے اور ان محکوم طبقات کے دل ودماغ پر انمٹ اثرات مرتب کیے بیٹھی ہے۔ لیکن طبقاتی ووٹوں سے قائم ہونے والی حکومت پر اس کے قیام کے کچھ عرصے بعد بالائی طبقات نے اس عوامی جماعت میں سینڈھ لگانی شروع کردی۔ اور اگر ہم 1972ء کے بعد کے اخبارات کی فائلیں دیکھیں تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ کیسے اس جماعت پر پنجاب اور سندھ کے جاگیردار خاندان قابض ہونا شروع ہوگئے۔ ووٹوں سے منظم اس طبقاتی اتحاد پر پاکستان کے انہی

خاندانوں نے نقب زنی شروع کر دی جن کے خلاف پاکستان کے عوام نے یہ اتحاد قائم کیا تھا۔ غریب ماں کے بیٹے ذوالفقار علی بھٹو شہید پر ایامِ حکمرانی میں جاگیردار والد شاہ نواز بھٹو زیادہ غالب آ گئے۔ اشرافیائی مفاہمت کی انتہا دیکھیں کہ ملتان کے صادق حسین قریشی کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ یہ وہی صادق حسین قریشی تھا جس نے دوبار ذوالفقار علی بھٹو پر قاتلانہ حملے منظم کیے۔

1977ء کے انتخابات تک پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت پر جاگیردار اور بالائی طبقات کا قبضہ ہو چکا تھا بلکہ درحقیقت اُن ووٹوں پر قبضہ ہو چکا تھا جو پاکستان کے عوام نے 1970ء میں اس پارٹی کو دیئے۔ ذوالفقار علی بھٹو اپنی حکومت کے قیام کے غالباً دوسرے سال عوامی جمہوریہ چین کے دورے پر گئے۔ ذوالفقار علی بھٹو بنیادی طور پر جن تین رہنماؤں سے متاثر تھے، ان میں ماؤزے تنگ اور چواین لائی بھی شامل تھے اور اس حقیقت سے کم ہی لوگ آگاہ ہیں کہ وہ جس تیسرے رہنما سے متاثر تھے، وہ کمال اتاترک تھے۔ چواین لائی بھی ذوالفقار علی بھٹو کی طرح سماج کے بالائی طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن انقلابِ چین کے بعد انہوں نے اپنے تمام اثاثے ریاست کو منتقل کر کے اپنے آپ کو عملاً De-Class کر لیا تھا۔ لہٰذا ذوالفقار علی بھٹو جب اپنے ہم عصر ہیرو چواین لائی سے ملاقات کے دوران اپنی حکومت کی عوامی اصلاحات، بشمول نیشنلائزیشن اور زرعی اصلاحات کا ذکر کر رہے تھے تو چواین لائی نے ذوالفقار علی بھٹو سے کہا، ”آپ تیزی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔“ ذوالفقار علی بھٹو، چواین لائی کے اس تبصرے پر حیران ہوئے۔ وہ توقع کیے بیٹھے تھے کہ چواین لائی ان کی حکومتی اصلاحات کی حمایت کرتے ہوئے مزید عوامی اصلاحات کا مشورہ دیں گے۔ لیکن چواین لائی کا ردِعمل اس سے برعکس نکلا تو مسٹر بھٹو نے اپنے ہم عصر ہیرو چواین لائی سے سوال کیا کہ ”میں تیز کیسے جا رہا ہوں؟“ چواین آئی کا جواب تھا کہ آپ جو اصلاحات کر رہے ہیں، وہ پسے ہوئے طبقات کے لیے ہیں جب کہ آپ نے، پارٹی اور حکومت نے ان لوگوں کو اپنی سیاست کی قیادت میں شامل کر لیا ہے جن کے خلاف آپ اصلاحات کر رہے ہیں۔ مسٹر بھٹو نے اس تبصرے پر چواین لائی سے مزید مشورہ مانگا تو چواین لائی نے کہا کہ آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی پارٹی کے تمام ڈھانچے کو توڑ کر نیا کنونشن بلوائیں اور پارٹی کو نئے سرے سے انہی طبقاتی بنیادوں پر منظم کریں جس کا آغاز آپ نے چند سال پہلے کیا اور حکومت سے ان اشرافیائی طبقات کو باہر نکال دیں۔ بھٹو زہمیشہ ضرورت سے زیادہ پُراعتماد واقع ہوئے ہیں۔ لہٰذا مسٹر بھٹو نے چواین لائی کے اس تبصرے کو بھلا دیا اور اپنی طبقاتی مفاہمتی سیاست کو جاری رکھا جس کے نتیجے میں پارٹی میں درمیانے طبقات کے نمائندہ رہنما ڈاکٹر مبشر حسن، محمود علی قصوری، معراج محمد خاں، رانا مختار، جے اے رحیم اور حنیف رامے جیسے لوگ اس کاروانِ سیاست سے علیحدہ ہو گئے اور پارٹی میں باقی رہ جانے والی درمیانے طبقات کی قیادت کا اثر ورسوخ محدود اور جاگیردار قیادت کا اثر وسیع ہو گیا اور پھر انہوں نے 1977ء کے انتخابات اس طبقاتی مفاہمتی سیاست کے تحت لڑے۔

5 جولائی 1977ء کو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ایک فوجی آمر نے ختم کر دی، پہلے محکوم طبقات اور بعد میں طبقاتی مفاہمت کا سیاسی تجربہ کرنے والے رہنما جناب ذوالفقار علی بھٹو موت کی کوٹھڑی میں پہنچا دیئے گئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی سیاست پر اس سے شاندار تجزیہ شاید ہی کسی تجزیہ نگار نے کیا ہو جو خود انہوں نے 7x10 فٹ کی موت کی کوٹھڑی میں کیا۔ انہوں نے پھانسی کے پھندے سے چند فٹ دُور لکھی اپنی اہم کتاب ”اگر مجھے قتل کر دیا گیا“ میں تحریر کیا:

”میں نے دو طبقات کے درمیان مفاہمت کی سیاست کی، جو ایک یوٹوپیائی خواب ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ دو طبقات کے درمیان مصالحت قائم کی جائے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دو طبقات کے درمیان کشمکش میں ایک کو ہی کامیابی ملنی ہوتی ہے۔ طبقاتی جدوجہد میں مفاہمت اور اشتراک نہیں ہو سکتا۔ میری اس کوشش کے نتیجے میں ہی مَیں موت کا منتظر ہوں۔“

اور یوں 1970ء کے انتخابات میں ڈالے گئے طبقاتی ووٹوں کے بعد مفاہمت کے نتیجے میں جہاں ذوالفقار علی بھٹو قتل کر دیئے گئے، وہیں پر بالائی طبقات نے سیاست پر غلبہ پانے کا آغاز کر دیا۔